بین المذاہب ہم آہنگی
دورِ جدید کی ضرورت

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
استاذ و ناظم تخصصِ فقہِ اسلامی، جامعہ

’’مؤرخہ ۱۷/اپریل ۲۰۲۵ء کو وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کے تحت وفاقی وزیر برائے مذہبی امور محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب کی زیرِ صدارت کراچی میں ’’بین المذاہب ہم آہنگی... دورِ جدید کی ضرورت‘‘ کے عنوان سے کانفرنس منعقد ہوئی۔ سردار صاحب کی خصوصی دعوت پر جامعہ کے استاذ و ناظم تخصصِ فقہِ اسلامی مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب مدظلہٗ نے کانفرنس میں شرکت فرمائی، موضوع کی مناسبت سے جو اظہارِ خیال ہوا، اس کے تفصیلی مندرجات افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین ہیں۔‘‘ (ادارہ)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلٰى آلهٖ وصحبهٖ أجمعين، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم: ’’قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ‘‘ (آل عمران:۶۴) ’’لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ‘‘ (البقرة:۲۸۵) ’’روي عن علي رضي الله عنه أنهٗ قال: إنما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا، وأموالهم كأموالنا.‘‘ (نصب الراية، ۳/ ۳۸۱، ط: مؤسسة الريان، بيروت)

تحسین و تبریک

مذاہب اور مسالک کے درمیان ہم آہنگی، دورِ جدید کی وہ ضرورت ہے، جس کا احساس ہر دور میں زندہ رہا ہے، وطنِ عزیز میں، وزارتِ مذہبی امور کے تحت اور ہمارے مذہبی جذبات کے موزوں ترجمان، نیک دل وزیرِ محترم، جناب سردار محمد یوسف صاحب کی قلم روائی کے تحت اس خوشنما عنوان کی طرف بڑھنا قابلِ تحسین اور لائقِ تبریک ہے، ہم اس قسم کے پروگرامات سے اچھی توقعات رکھتے ہیں۔

ہم آہنگی کا معنی و مفہوم

ہم اس موضوع پر آگے بڑھنے سے قبل ''ہم آہنگی'' کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ لفظ فارسی ترکیب کے مطابق ایک دوسرے کے لیے دل و دماغ میں جگہ پیدا کرنے کا نام ہے، بالفاظِ دیگر ایک دوسرے کے لیے اپنے رویے اور عمل میں عدم برداشت کی بجائے برداشت، تصادم کی بجائے تعاون، تشدد کی بجائے تحمل سے کام لینے کا عنوان ہے۔ ہم آہنگی کو عربی زبان میں ''مدارات'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور انگلش میں Harmony/Orbits کہا جاتا ہے۔

ضرورت و اہمیت

ہم آہنگی کا دائرہ یوں تو انسانی زندگی کے کسی بھی شعبے میں تناؤ آمیزی کو معمول پر لانے اور باہمی رویوں کے عدمِ توازن کو متوازن بنانے کے لیے مطلوب سمجھا جاتا ہے، مگر مذہبی شناختوں کے حوالے سے اس کی اہمیت اور ضرورت کا احساس و اِدراک سنجیدہ طبقات کو ہمیشہ رہا ہے اور موجودہ زمانے میں اولاً مختلف مذاہب کے درمیان اور پھر اسلامی مسالک کے درمیان ہم آہنگی کی جتنی ضرورت ہے، اِسے اس دور کے اہم تقاضوں میں سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ اس وقت انسانی دنیا' مذہبی حوالے سے دو طرح کے تصادم یا تناؤ کی زد میں ہے:

پہلا تناؤ مذہبیت اور لا مذہبیت کے درمیان ہے۔ اس وقت لا مذہبیت اور دہریت، انسانیت کو ہر قسم کے دین ودھرم سے دور کرنے یا ہر قسم کی آسمانی، اخلاقی اور اقداری تعلیمات سے محروم کرنے پر تلی ہوئی ہے اور لا مذہبیت کا یہ فتنہ مذہبیت کو بری طرح اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہے، چنانچہ من حیث المذہب تمام مذاہب کے علمبرداروں سے دورِ جدید کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی اقوام کو کم از کم دہریت و لا مذہبیت کے شکنجے میں کسنے سے بچائیں؛ کیوں کہ ہم تمام مذاہب والے اپنی اپنی متعین اقدار کو سامنے رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ کر انسانیت کی اچھی طرح خدمت کرنا چاہیں تو یہ نسبۃً آسان ہے، جب کہ لا مذہبیت جو غیر اقداری رویہ یا روش ہے، اس کے ساتھ ہم آہنگی کے لیے کوئی تھیوری یا ایسا فارمولہ سامنے رکھنا مشکل ہے، جس کی بنیاد پر ہم انسانیت کو حیوانی اقدار کے حوالے ہونے سے بچا سکیں، اس لیے لا مذہبیت کے مقابلے میں تمام مذاہب والوں کا اپنی اپنی اقدار کی پاسداری کے ساتھ مشترکات و مسلمات کے لیے مل بیٹھنا، اس وقت تمام مذاہب کی ضرورت ہے اور تمام مذاہب کے زعماء کی ایک طرح سے ذمہ داری بھی ہے۔

اسی طرح اگر ہم اسلام سے نسبت رکھنے والے مسالک کی طرف آجائیں تو بین المسالک ہم آہنگی تو بین المذاہب ہم آہنگی کے مقابلے میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ لا مذہبیت اور مذہبیت کے شدید عالمی تناؤ سے بڑھ کر اس وقت انسانیت، دنیائے کفر اور دنیائے اسلام کے دو مذہبی تصادم، عدم برداشت

اور غیر متوازن رویوں کی زد میں ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیائے کفر، اسلامی دنیا کے معاملے میں تاریخ کے بدترین اسلام فوبیا کا شکار ہے، وہ تمام اسلامی مسالک کو محض مسلمان کہلانے کی وجہ سے ہر قسم کی معاشی، معاشرتی، میڈیائی اور مسلح جنگ کی زد میں رکھے ہوئے ہے۔ دنیائے کفر اپنے اس ظالمانہ رویے میں ہماری داخلی تفریقی شناختوں کی کوئی تفریق نہیں کرتی۔ مغربی دنیا' اہلِ اسلام کو نشانہ بناتے ہوئے شیعہ سنی کی تفریق کرتی ہے، نہ مقلد وغیر مقلد کی تقسیم سے اُسے کوئی غرض ہے اور نہ ہی دیوبندی یا بریلوی کی تمیز اس کے لیے امتیاز کا ذریعہ ہے، وہ ہمیں بلاامتیاز اپنا لقمۂ تر بنانے کے لیے مصروفِ عمل ہے، اس لیے دورِ جدید کا ہنگامی اور لازمی تقاضا ہے کہ اسلام سے نسبت رکھنے والے تمام مسالک اپنی اپنی مسلکی شناختوں کو تھامتے ہوئے اسلام دشمن قوتوں کے سامنے وحدت اور ہم آہنگی کا بہترین مظہر بن جائیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ جو مذہب اسلام' غیر اسلامی مذاہب کے ساتھ مشترکات ومسلمات پر مل بیٹھنے کی تلقین کرتا ہے، اس مذہب کے اپنے پیروکار کفر کے مقابلے میں دفاعِ اسلام اور اپنے تحفظ کے لیے اکٹھے کیوں نہیں ہوسکتے؟ بلکہ تمام مسالک کے ماضی کے اکابر نے ہمیشہ مشترکات ومسلمات پر اکٹھے ہونے کی بہترین مثالیں چھوڑی ہیں، جن میں تحریکِ پاکستان، تحریکِ آئین سازی، تحریکِ ختم نبوت کے مختلف ادوار، متحدہ مجلس عمل، اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ اور پیغامِ پاکستان جیسے مسلکی وقومی اتحاد ہمارے سامنے ہیں۔

ہمارے اکابر کے درمیان اس قسم کے اتحاد ہمیں یہ درس دیتے ہیں کہ ہمارا مسلکی تنوع ہرگز تصادم کا باعث نہیں ہے، بلکہ عدم برداشت پر مبنی تحزّب (گروہ بندی) ہمارا المیہ ہے، اس لیے دورِ جدید کا تقاضا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے عدم برداشت کے رویوں سے بالاتر ہوں اور مشترکات ومسلمات کے لیے ہم آہنگی کے فروغ کی بہترین مثال بنیں۔ فی زمانہ اسے اسلام کا بنیادی تقاضا بھی کہہ سکتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات اور ہم آہنگی

آیئے! ہم بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی کے لیے چند بنیادی اسلامی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہیں:

الف- مذہبی اختلافات کے باوجود، مسلمات ومشترکات پر اتفاقِ رائے وعمل قرآنی حکم ہے:

''قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ'' (آل عمران:۶۴)

''آپ فرمادیجیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے۔'' (بیان القرآن)

''دارهم ما دمت في دارهم.'' (لمعات التنقیح شرح مشكاة المصابيح: ۳۷۱/۸، ط: دار النوادر)

''غیر مسلموں کے ساتھ مدارات سے رہیں۔''

ب- تمام مذاہب کے مقدسات کا احترام کیا جائے:

''إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه.''(شعب الإيمان، ٣٦٤/ ١٣، ط:مكتبة الرشد، رياض)

''جب تمہارا سامنا کسی قوم کے عزت دار سے ہو تو اسے عزت دو۔''

ج- ایک دوسرے کے ساتھ تعامل میں تمام مذاہب کے تقدس کی پاسداری کے ساتھ ساتھ انسانی تعظیم و تکریم کو بھی ملحوظ رکھا جائے، کسی بھی موقع پر مذہب کے اختلاف اور تفاوت کی وجہ سے نفسِ انسانیت کا اشتراک واحترام متاثر اور فراموش نہیں ہونا چاہیے:

''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ'' (الاسراء:۷۰)

''اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔'' (بیان القرآن)

''الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب'' (سنن الترمذي:۵/ ۳۴۷، ط:الحلبي مصر)

''ساری انسانیت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا شدہ ہیں۔''

د- مذہب و مسلک کی بنیاد پر اشتعال انگیزی سے اجتناب کو یقینی بنایا جائے، معارضے و مقابلے کے موقع پر مذہبیات اور مذہبی شخصیات کے درمیان توہین آمیز تقابل نہ کیا جائے:

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ'' (الانعام:۱۰۸)

''اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔'' (بیان القرآن)

ھ- ایک دوسرے کی توہین و تحقیر کا عمل صراحۃً تو درکنار، اشارات، کنایات اور موہوم کلمات کے ذریعے بھی نہ کیا جائے، بلکہ ایک دوسرے کا تذکرہ ایسے غیر مبہم الفاظ میں کیا جائے جس سے غلط فہمی جنم نہ لے سکے:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا'' (البقرۃ:۱۰۴)

''اے ایمان والو! تم (لفظ) ''رَاعِنَا'' مت کہا کرو اور ''اُنْظُرْنَا'' کہہ دیا کرو۔'' (بیان القرآن)

و- ہمارے باہمی اختلافات، بلا شبہ ایک حقیقت ہے، مگر ان اختلافات کو عام مجامع، شاہراہوں، چوراہوں اور بازاروں میں عام کرنے، بیان کرنے اور پھیلانے سے اجتناب کیا جائے اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ اپنے اپنے مخصوص حلقوں میں تعلیم گاہوں تک محدود رکھا جائے، تاکہ گروہی تصادم کا فتنہ جنم نہ لے سکے، ایسے فتن کی روک تھام اور سدِ باب مذہبی پیشواؤں کی ذمہ داری ہے:

''وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' (البقرۃ:۱۹۱)

''اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔'' (بیان القرآن)

''حدثوا الناس بما يعرفون.'' (صحيح البخاري:٥٩/ ١، ط: دار ابن كثير، دمشق)

''لوگوں کے سامنے صرف وہی چیزیں بیان کریں جو وہ ادراک کرسکیں۔''

’’علماؤهم شرّ من تحت أديم السماء، من عندهم تخرجُ الفتنةُ وفيهم تعود.‘‘

(شعب الإيمان: ٣١٨/ ٣، ط: مكتبة الرشد، رياض)

’’(قربِ قیامت میں اپنے فرائض سے غافل اس امت کے) علماء آسمان کی چھت کے نیچے بدترین لوگ کہلائیں گے اور فتنہ کا اول آخر وہی ہوں گے۔‘‘

ز- مختلف مذاہب ہوں یا ایک مذہب کے متنوع مسالک، ان کے درمیان ہم آہنگی، پرامن بقائے باہمی، خیال داری، صبر وتحمل، دوراندیشی، وسعتِ ظرفی اور حلم و بردباری سیکھنے اور سمجھنے کے لیے آقائے نامدار ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے وہ معاہداتی پہلو سامنے رکھے جائیں جو آپ ﷺ نے اپنے دور کے مذہبی وفکری مخالفین کے ساتھ پیش فرمائے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے نمایاں تین معاہدات ومواثیق ہیں:

- سب سے پہلا نمایاں معاہدہ میثاقِ مدینہ ہے جو آپ ﷺ اور یہودِ مدینہ کے درمیان پرامن بقائے باہمی کے لیے طے پایا تھا۔
- دوسرا معاہدہ اہلِ مکہ کے ساتھ ہوا تھا، جسے صلح حدیبیہ کا عنوان حاصل ہے۔ اس معاہدے میں مخالفین کی وقتی ترجیحات کو آپ ﷺ نے ایسی دوراندیشی سے قبول فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ’’فتح مبین‘‘ قرار دیا اور فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔
- جب کہ تیسرا اور بڑا معاہدہ نجران کے نصاریٰ کے ساتھ ہوا تھا، یہ معاہدہ ان تمام معاہدات میں سب سے تفصیلی ہے، بلکہ یوں کہنا بجا ہے کہ کسی بھی اسلامی ریاست کے زیرنگین غیرمسلم اقوام کے لیے مفصل میثاقِ امن (Charter of Space) کا درجہ رکھتا ہے۔ اس معاہدے میں نصاریٰ نجران کے لیے مذہبی، سماجی، قانونی اور ضروری انتظامی حقوق، بطورِ خاص متعین فرمائے گئے تھے:
- مثلاً کسی بھی مذہب کی بنیاد اس کا عقیدہ ہوتا ہے، اہلِ نجران کو اعتقادی تحفظ حاصل تھا کہ انہیں ان کے عقائد کے معاملے میں کسی قسم کی تشویش سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔
- اسی طرح ان کی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ بخشا گیا تھا۔
- نیز ان عبادت گاہوں میں اپنے عقیدہ وعمل کے مطابق مصروفِ عبادت لوگوں سے بھی عدمِ تعرض کی تلقین کی گئی تھی، اسی طرح ان کے اپنے دینی مناصب کے حامل افراد اور انتظامی عہدیداروں کو برقرار رکھنے کے احکامات شامل تھے۔
- مزید یہ کہ اپنے مذہبی مناصب کے ذمہ داروں کے تعین وتقرر میں انہیں مکمل آزاد چھوڑا گیا تھا۔
- اسی طرح ان کی عزت وآبرو اور جان ومال کی حفاظت مدنی ریاست کے فرائض میں شمار کی گئی تھی۔
- مزید برآں خیبر کے موقع پر یہود کی شرارتوں کے باوجود نبی کریم ﷺ نے یہود کو مالی تحفظ فراہم کیا تھا:

''ألا لا تحل أموال المعاهدين إلا بحقها.'' (مسند أحمد، ج:٢٨، ص:١٦، ط: الرسالة)

''خبردار! عہد و پیمان والے لوگوں کا مال ناحق ہتھیانے کو میں حلال قرار نہیں دیتا۔''

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدینؓ نے بھی اس سنتِ حسنہ کو زندہ رکھا اور اپنے ادوار کی فتوحات میں غیر مسلم مخالفین کے معاملے میں نرم خوئی، عدل وانصاف، رعایت وحفاظت کے خصوصی احکامات دیے جاتے تھے، یہاں تک کہ نئے مفتوحہ لوگوں کے حیوانات، ان کی فصلوں اور باغات کے تحفظ کے لیے بھی خصوصی تاکیدات کی جاتی تھیں، جب کہ بچے، بوڑھے، عورتیں اور خالص مذہبی سرگرمی تک محدود افراد کو ہر قسم کا تحفظ دینے کا حکم ہر دور میں زندہ تابندہ چلا آرہا ہے اور اب بھی ہماری فقہی کتب میں کتاب الجهاد والسیر کے ضمن میں أحكام أهل الذمة کے عنوان سے واضح انداز میں موجود ہے۔

نتیجۂ بحث

اس ساری تفصیل کا نتیجہ اور حاصل یہ ہے کہ الحمد للہ! ہماری اسلامی تعلیمات غیر مسلم اقلیتوں کے مذہبی، معاشرتی اور مالی وانتظامی حقوق کے حوالے سے بالکل واضح ہیں۔ غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ اہلِ اسلام کا رویہ ہمیشہ ان تعلیمات سے ہم آہنگ رہا ہے اور رہنا چاہیے اور یہ کہ مذہب کے نام پر کبھی کسی غیر مذہب والے کے ساتھ امتیازی سلوک کی اسلام میں کہیں بھی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہمارے اہلِ علم اور اربابِ حکومت کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی رعایا کے غیر مسلموں کے ہر نوع مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کا تحفظ کریں اور ہم وطن غیر مسلموں کی صلاحیتوں کو ملکی تعمیر وترقی کے لیے بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کریں۔

شکرِ مکرر

ہم ایک بار پھر شکر گزار اور دعا گو ہیں اپنی حکومت اور وزارتِ مذہبی امور کے نیک دل وزیر محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب کے لیے، جنہوں نے وطن عزیز میں بسنے والے تمام مذاہب اور تمام مسالک کے مذہبی نمائندوں کو ایک ساتھ مل بیٹھنے کا ماحول فراہم کیا اور وفاق سے لے کر صوبہ، ڈویژن اور ضلعی سطح تک اس پروگرام کو فروغ دینے کے لیے وہ پرعزم ہیں۔

الحمد للہ! واضح طور پر یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس پروگرام کے تمام شرکاء، اپنے اپنے مذاہب ومسالک کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کارِ خیر کے لیے ہمارے سردار یوسفِ زمان کی حسنِ کارکردگی میں اضافے کے لیے ان کے شانہ بشانہ ہوں گے، ان شاء اللہ۔

اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ملکی سطح پر مختلف مذاہب اور مسالک کے درمیان قربتوں کے لیے سردار صاحب کا پرعزم کردار، انتہائی مثبت نتائج کا حامل ثابت ہوگا، ان شاء اللہ۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور وحدتِ ادیان کا فرق

الحمدللہ! ہم جس قدر آسانی سے اپنی معروضات، یہاں پر محترم سردار صاحب کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اسی طرح ہمیں توقع ہے کہ ہم آہنگی کے اس قومی سفر سے بین الاقوامی سفر تک بھی سردار صاحب، ہمارے جذبات کی یوں ہی قدردانی اور ترجمانی کا فریضہ نبھائیں گے، چنانچہ اس موقع کی مناسبت سے دو ضروری گزارشات کی طرف اہلِ علم اور اپنے وزیرِ محترم کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں:

۱- مذاہب و مسالک کے درمیان ہم آہنگی کا یہ سفر باہمی عزت و احترام، خیال داری، رواداری اور قومی ایشوز پر باہمی تعاون واتفاق پر مبنی ہونا چاہیے، یہ شرعی اصطلاح میں ''مدارات'' ہے، یہاں تک ہمارا ہر قسم کا تعاون حاضر ہے، جب کہ دوسری طرف بعض سیاسی یا مذہبی حلقے تمام تر مذہبی و مسلکی شناختوں کے امتیازات کے خاتمے کے ساتھ اتحادِ امت کی دعوت دیتے ہیں جو کہ درحقیقت مذہبیت سے لامذہبیت کی طرف سفر کا آغاز ہے، ہم ایسے افکار و اقدامات کو نہ صرف یہ کہ رد کرتے ہیں، بلکہ اسے ''مدارات'' کی بجائے ''مداہنت'' تصور کرتے ہیں جو کہ شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے:

''وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ'' (القلم:۹)

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے (منصبی کام یعنی تبلیغ میں) ڈھیلے ہو جائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔'' (بیان القرآن)

''لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' (الکافرون:۲)

''میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو۔'' (تفسیر عثمانی)

''الإدهان، وهو المحاباة في غير حق، والمساهلة في الأمر، والتليين في الكلام، والمداهنة: أن يرى منكرًا ولم يغيره مع القدرة عليه لاستحياء، أو قلة مبالاة في الدين، أو لمحافظة جانب المرتكب.''

(لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح: ۸/۳۷۰، ط: دار النوادر، دمشق)

۲- اس وقت مذہبی ہم آہنگی کا مثبت تصور ہمارے سامنے پیش ہوا ہے اور اس کو عام کرنے کے لیے ہم سب دل وجان سے حاضر باش ہیں۔ اس کے برعکس مذہبی ہم آہنگی (Religious Harmony) کا جو مغربی تصور ہے، اس کے تحت ''وحدتِ ادیان'' کی عالمی تحریک اور ایک برادر اسلامی ملک میں ''بیتِ ابراہیمی'' کے نام سے تمام ادیان و مذاہب کے امتیازات کا خاتمہ کرتے ہوئے ایک مذہبی ملغوبہ تیار کرنے کا جو پروگرام ہے، وہ ہمیں کسی بھی طور پر قابلِ قبول نہیں ہے۔ ہم مذہبی ہم آہنگی کے ایسے افکار کو اسلام کی بالادستی و برتری سے متصادم سمجھتے ہیں اور حق و باطل کے التباس واجتماع کا جرم تصور کرتے ہیں، نیز دینِ اسلام کے تبلیغی و ترویجی

اہداف کے منافی بھی قرار دیتے ہیں:

’’إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ ‘‘ (آل عمران:۱۹)

’’بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

’’وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ‘‘ (البقرۃ:۴۲)

’’اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ۔‘‘ (بیان القرآن)

’’هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ‘‘ (التوبۃ:۳۳)

’’(چنانچہ) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے۔‘‘ (بیان القرآن)

’’اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ‘‘ (الرعد:۱۶)

’’کیا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے؟‘‘ (بیان القرآن)

’’الإسلام يعلو ولا يعلى. ‘‘ (صحيح البخاري: ١/٤٥٤، ط: دار ابن كثير، دمشق)

’’اسلام برتر رہے گا، اس پر برتری نہیں ہوگی۔‘‘

الحمدللہ! وطنِ عزیز کی حد تک ہمیں اس قسم کے خدشات سے تو آئینی تحفظ بھی حاصل ہے، یہاں تو مذہبی رواداری کے التزام کے ساتھ قرآن وسنت کو آئینی بالادستی حاصل ہے اور پارلیمنٹ میں موجود ہمارے علمائے کرام اور سردار صاحب جیسے مذہب پسند وزراء، مسلم قوم کے جذبات کے نہ صرف یہ کہ ترجمان ہیں، بلکہ محافظ بھی ہیں۔ ہماری اس مؤخر الذکر گزارش کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے ان جذبات کو یہاں کی طرح مذہبی ہم آہنگی کے عالمی تصورات کے سامنے بھی تحفظ حاصل رہے۔ ہماری دعائیں اور توقعات سردار صاحب جیسے لوگوں سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا اور ہم سب کا حامی وناصر ہو، آمین۔

وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....